R. No 2306/61.

Regd. No.A. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ایک پرچہ

دس نئے پیسے

تاریخ اشاعت

۱۲-۱۵-۸-۱

Telephone No.29

Telegrams "ANJUMAN"

جلد ۲۰ - شمارہ ۱۵ | ایڈیٹر - آل احمد سرور | علی گڑھ - ۱۵ اپریل ۱۹۶۱ء

قاضی سراج دھولپوری

سراج الاخبار دہلی

جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے اس اخبار کا نام سراج الدین بادشاہ ظفر کے نام پر رکھا گیا ہے۔ دہلی سے پہلا اخبار "اردو اخبار" کے نام سے پروفیسر محمد حسین آزاد کے والد مولوی باقر حسین نے ۱۸۳۶ء مطابق ۱۲۵۲ھ میں جاری کیا تھا[1] اور یہ دوسرا اخبار ۱۸۴۳ء مطابق ۱۲۵۹ھ میں نکالا گیا۔ دتاسی نے ۲۹ر نومبر ۱۸۵۳ء کے خطبے میں اس کو شہر کا سب سے پرانا اخبار کہا ہے۔

یہ ہفتے میں ایک بار بروز شنبہ شائع ہوا کرتا تھا اخبار پیش نظر ہے جو آٹھویں جلد کا اٹھائیسواں نمبر ہے، مدیر کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ اس کے صفحۂ آخر پر "در مطبع سلطانی بقالب طبع در آمد" ثبت ہے۔

نیز اولین صفحے کی پیشانی پر "سنہ جلوس ۱۴" اور ذرا نیچے جلی قلم سے بیچ میں "سراج الاخبار" نیز اس کے داہنی جانب "نمبر ۲۸" اور بائیں جانب "جلد ہشتم" مرقوم ہے۔ ازاں بعد ایک سطر میں بخط معمولی "من ابتدائے یوم شنبہ یازدہم محرم الحرام ۱۲۶۶ھ ہجری مطابق شانزدہم نوامبر ۱۸۵۱ء لغایت جمعہ ۱۷ ہلالی مقام ارک عالی" تحریر ہے۔

[1] آب حیات از مولوی محمد حسین آزاد۔ مگر تاریخ ادب اردو مترجمہ عسکری کے حصۂ نثر میں "پرانی اخباری دنیا" کے زیر عنوان اردو اخبار کا اجراء ۱۸۳۶ء میں اور شاعر آگرہ ماہ اگست ۱۹۴۱ء میں انیسویں صدی کے بعض مشہور اخبار اور رسالے" کے تحت ڈاکٹر ابواللیث نے ۱۸۳۶ء میں بتایا ہے۔

پھر دو سطروں میں موٹے قلم سے "اخبار دربار جہاں مدار حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی فروغ خاندان عالیشان گورگانی چراغ دودمان بخدمت نشان صاحبقرانی خلد ملکہ" اور پھر ایک سطر میں اتنے ہی موٹے حروف میں شعر مندرجۂ ذیل ؎

چو قصد خانۂ بہرام کرد در ایاں
در آمدش بتصرف ہمیں زمان زمیں

مذکورۂ بالا سطور میں "سنہ جلوس ۱۴" سے مراد بادشاہ کے جلوس کا سال ہے جو بست و ہشتم[28] جمادی الثانی سال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و سہ مطابق بست و ہشتم ستمبر سنہ یک ہزار و ہشت صد و سی و ہفت[1] کو عمل میں آیا۔ مولوی امام بخش صہبائی نے "چراغ دہلی"[2] سے ہجری سن بہم پہنچایا ہے۔

منقول الصدر شعر کے بعد سراج الدین ظفر کا روزنامچہ شروع کیا گیا ہے۔ جہاں جہاں سے نئے دن اور نئی تاریخ کی ابتدا ہوتی ہے وہاں وہاں بخط جلی "یوم" بقید تاریخ ہلالی مندرج ہے۔

اخبار آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے پر تیئیس ۲۳ سطریں ہیں جو نصفا نصف لکھی گئی ہیں۔ بیچ میں اور ادھر ادھر حاشیے کے طور پر تھوڑی سی جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔ جیسا کہ دور حاضرہ کے رسائل و اخبار میں بھی ہوا کرتا ہے۔

روزنامچوں کی زبان فارسی ہے۔ ان سے بادشاہ کے روزانہ معمولات، باہر جانے کی صورت میں اہتمام اور

[1] مفتاح التواریخ صفحہ ۳۹۳ از ولیم بیل مطبوعہ نول کشور۔

مقررین و منتظمین کے نام معلوم ہوتے ہیں نیز اس وقت کی زبان اور انداز بیان کا پتہ چلتا ہے۔

"یوم سہ شنبہ چہاردہم محرم" (مطابق ۹ نومبر ۱۸۵۵ء) کے ذیل میں دیگر واقعات کے ماسوا مرزا غالب کے متعلق بھی سطور ذیل مرقوم ہیں :-

"چوں بہ نسبت نجم الدولہ اسد اللہ خاں غالب
قلعہ ہیچ کس نماز ......[۱] سمت لا مذہبی و
مذہبش امامی وا نمودہ بود چند بطور رباعی بکمال
متانت و خوش ادائے پیش بندگان قدسے ادا
نمودند از خیلی پسند افتادگی ایمائے طبع فرمودند[۲]"

چنانچہ صفحہ آخر (۸) پر "رباعیات نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خاں غالب نظام جنگ" کے زیر عنوان حسب ذیل پانچ رباعیاں درج ہیں :-

جن کو ہے نبیؐ سے عداوت گہرے کہتی ہیں وہ مجکو رافضی اور دہرے
دہری کیونکر ہو جو کہ ہووے صوفی شیعہ کیونکر ہو ماوراء النہرے

ایضاً

اصحاب کو جو کہ ناسزا کہتے ہیں سمجھیں تو ذرا دل میں کہ کیا کہتے ہیں
سمجھا تھا نبیؐ نے ان کو اپنا ہمدم ہم ہی نکہو کسی کو برا کہتے ہیں

ایضاً

یاران رسول یعنی اصحاب کبار ہیں گرچہ بہت خلیفہ ان میں ہیں چار
ان چار میں ایک سی ہو جس کو انکار غالب وہ مسلمان نہیں ہی زنہار

ایضاً

یاران نبیؐ میں تھی لڑائی کس میں الفت کی نہ تھی بلو نمائی کس میں
وہ صدق وہ عدل وہ حیا وہ علم بتلاؤ کوئی کہ تھی برائی کس میں

ایضاً

یاران نبیؐ سبھی رکھیو تولّا باللہ ہر ایک ہی کمال دین میں یکتا باللہ
وہ دوست نبیؐ کی اور تم انکی دشمن، لاحول ولا قوۃ الا باللہ

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بادشاہ نے نماز کے کہنے کا اعتبار نہیں کیا غالباً اس وجہ سے کہ غالب ان کے نزدیک شیعہ نہیں تھے۔ اسی بنا پر رباعیوں کو سن کر بادشاہ نے ان کے انطباع کا ایما فرمایا کہ نماز پڑھے اور تخفیف ہو۔

مرزا کے ریکارڈ موجودہ کے پیش نظر اہل قلم نے ان کو شیعہ کہا ہے لیکن ان رباعیوں سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ اصحاب ثلاثہ کے (نعوذ باللہ) ظالم و غاصب ہونے کے قائل نہیں، اور یہ طریقہ تفضیلیہ کا ہے۔ تفضیلیہ اور صوفیائے کرام کے عقائد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں اشتراک ہے۔ دونوں آپ کی تفضیل کرنے اور اصحاب ثلاثہ کو اچھے الفاظ میں یاد کرنے کے حامی ہیں۔ گویا غالب کا ادعائے تصوف غالب رہتا ہے جس کے ذیل میں "ہمہ اوست" کے سہارے ان کی آزاد خیالی کو خاطر خواہ میدان حاصل رہا۔ ایسی صورت میں انکو شیعیت کے دائرے میں محدود کرنا غور طلب ہے اور یوں "پابندی رسوم و قیود" سے بے نیاز ان کی آزاد خیالی ان کے مذہب کا طرۂ امتیاز ہے۔

اخبار کو ۱۸۵۵ء میں تقریباً آٹھ سال ہو چکے تھے۔ ایسی صورت میں ۱۸۴۷ء کو اسکے اجرا کا سال بتانا قیاس پر مبنی ہے[۳]۔

---

[۱] یہاں کوئی لفظ لکھ کر کاٹ دیا گیا ہے۔

[۲] اخبار کے منقولات بجنسہٖ نقل کر دیئے ہیں۔ ان میں یائے معروف کی جگہ یائے مجہول اور یائے مجہول کی جگہ یائے معروف بالعموم تحریر ہے۔ نیز مد اور گاف کا مرکز کہیں نہیں لگایا گیا۔ اور دو چشمی "ھ" کی جگہ کہیں دار "ہ" لکھی ہے۔

[۳] انیسویں صدی کے بعض مشہور اخبار اور رسالے از ڈاکٹر ابواللیث مطبوعہ شاعر آگرہ ماہ اگست ۱۹۶۳ء

ہماری زبان

۱۵ر اپریل ۱۹۶۱ء

انڈو پاک کلچرل کانفرنس

۳۱ر مارچ اور پہلی اور دوسری اپریل کو جو انڈو پاک کلچرل کانفرنس دہلی میں ہوئی، وہ ہندوستان اور پاکستان کے تہذیبی رشتے کی استواری کے لئے فالِ نیک تھی۔ ڈاکٹر تارا چند نے بڑی معقول باتیں کہیں۔ پاکستان کے ہائی کمشنر مسٹر ہردی نے بھی بہت اچھی تقریر کی اور ہمارے محبوب وزیرِ اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے تہذیب اور ادب کا ایک اعلیٰ نقطۂ نظر پیش کیا جو وقتی سیاست سے بلند ہونا سکھاتا ہے۔ پاکستان سے اور زیادہ نمایندوں کے آنے کی توقع تھی مگر نہ معلوم کیوں جتنے نمایندوں کی اطلاع تھی وہ سب نہ پہنچ سکے۔ اس موقع پر ہندوستان کے ادیبوں اور پاکستان کے ادیبوں کو ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات کا موقع ملا اور سب نے یہ محسوس کیا کہ ایسے مواقع برابر ملتے رہنے چاہئیں۔ ہندوستان کے ادیب اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ خاصی تعداد میں جمع ہوئے تھے، مگر یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ پاکستان کی یونیورسٹیوں سے ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر عندلیب شادانی، وقار عظیم، عبادت بریلوی، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی وغیرہ اور دوسرے ممتاز ادیبوں میں سے ڈاکٹر عبدالحق، مولانا غلام رسول مہر، فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی وغیرہ تشریف نہ لا سکے۔ آزادی کے بعد دونوں ملکوں میں اُردو ادب کے میلانات کا جائزہ لینے کے لئے جو نشست ہوئی تھی اس میں پاکستان کے ادیبوں نے کوئی مقالہ نہیں پڑھا۔ ادبی مسائل پر اظہارِ خیال بھی نہیں کیا، صرف اُردو زبان کی اہمیت پر عام طور سے چند باتیں کہیں۔ جس طرح ہندوستان میں نئے ادبی میلانات، ادیب کے فرائض، زندگی کے تقاضوں، ادب اور ریاست، ادیب کی جانبداری جیسے مسائل پر غور و خوض ہو رہا ہے، اسی طرح پاکستان میں بھی ہو رہا ہے اور اگر جائزے کے سلسلے میں ان مسائل پر بھی پاکستان کے ادیبوں کی طرف سے مقالے ہوتے تو اچھا تھا۔ بہر حال کانفرنس نے دونوں ملکوں کے درمیان کتابوں کی آزاد درآمد و برآمد کے متعلق جو قرارداد پاس کی ہے اس پر دونوں حکومتوں کو جلد عمل کرنا چاہئے اور یہ بھی کوشش کرنا چاہئے کہ ایسی کانفرنسیں ہر سال باقاعدہ ہوں اور ان میں دونوں ملکوں کے ادیب اور دانش ور بڑی تعداد میں شریک ہوں۔

ادیب اور دانش ور سماج کی جس طرح رہنمائی کرسکتے ہیں، سیاست داں نہیں کرسکتے۔ زیادہ تر سیاست داں وقتی مصلحتوں، فوری ضرورتوں اور سستے فائدوں کو دیکھتے ہیں ادیب اور دانشور عام انسانی اور تہذیبی نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ وہ اختلافات کو نظر انداز تو نہیں کرتے مگر صرف اختلافات میں اسیر نہیں ہوتے۔ وہ مشترک قدروں پر زور دیتے ہیں تاکہ قومیں اور ملک ایک دوسرے کے قریب آسکیں اور مل کر انسانیت کی ترقی میں حصّہ لے سکیں۔ جہاں تک ہندوستان اور پاکستان کا مسئلہ ہے دونوں ملکوں میں دوستی اور محبت کا جذبہ خاصا قوی ہے، مگر بعض چھوٹے چھوٹے واقعات کو کچھ عناصر ہوا دیتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے بعض اوقات فضا مکدّر ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہی سیاست کا بھی تقاضا ہے کہ باہمی اختلافات کو ایسی فضا اور پس منظر میں پیش کیا جائے کہ ان کے دُور ہونے کی راہیں کھل سکیں۔ اس مقصد کے لئے سیاسی مسائل کو اگر اور تہذیبی، انسانی، ادبی اور علمی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو بہت اچھا ہو۔ اس لئے نہ صرف ایسی کانفرنسوں کی ضرورت ہے، بلکہ اس کی بھی ضرورت ہے کہ دونوں ملکوں کے ادیب اور دانشور اِدھر اُدھر جا سکیں اور یونیورسٹیوں میں استادوں اور طلبہ کا تبادلہ ہو۔ ہندوستان اور پاکستان کو اچھے ہمسایوں کی طرح رہنا ہے اور اس کے لئے فضا ہموار کرنا دونوں ملکوں کے عوام اور اربابِ اختیار کا فرض ہے۔

حضرت امجد حیدرآبادی

حضرت امجد حیدرآبادی کے انتقال سے ہماری صفوں میں ایک بڑے ممتاز شاعر، ایک پاکیزہ طینت شخص اور ایک صاحبِ دل انسان کی کمی ہوگئی۔ رباعی کہنے کو چار مصرعوں کی دنیا ہے، مگر اس میں بات پیدا کرنے کے لئے دریا کو کوزے میں بند کرنا ہوتا ہے۔ اردو میں جن شعرا نے رباعی میں نام پیدا کیا، ان میں امجد حیدرآبادی ایک بلند مقام پر ہیں۔ اُن کی رباعیوں میں زیادہ تر تصوّف اور معرفت کے مضامین نظم کئے گئے ہیں، اور ایسی بے ساختگی اور روانی سے کہ پڑھنے والا وجد کرنے لگتا ہے۔ چند سال ہوئے حیدرآباد کے اردو دوستوں نے جشنِ امجد منایا تھا اور اس موقع پر امجد کی عظمت کو واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی تھی۔ مرحوم کی صحت عرصے سے خراب تھی اور وہ بالکل گوشہ نشین تھے۔ ۸۳ سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہوا اور اُنھوں نے اپنی آنکھوں سے شعر و شاعری کی دنیا میں بہت سے انقلاب دیکھے، مگر وہ اپنی وضع پر قائم رہے اور اسی وضعداری کی بنا پر ہی ادب میں ایک بلند درجے کے مالک ہوئے۔ ان کی یہ رباعی اُن کے فکر و فن کا بڑا اچھا نمونہ ہے۔ اس لئے اسے نقل کئے بغیر نہیں رہا جاتا۔

اس سینے میں کائنات رکھ لی میں نے
کیا ذکر صفات ذات رکھ لی میں نے
ظالم سہی، جاہل سہی، نادان سہی
سب کچھ سہی، تیری بات رکھ لی میں نے

ہمیں امید ہے کہ امجد کے فکر و فن پر جلد کوئی اچھی کتاب منظرِ عام پر آئے گی۔ امجد کے کارنامے کو ابھی اور اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

اِدھر اُدھر سے

کلامِ غالب کا ترجمہ تلنگی میں

تلنگی کے ممتاز شاعر دسرتھی نے مرزا غالب کے کلام کا تلنگی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کا افتتاح گورنر یو۔پی مسٹر بی رام کرشن راؤ مدراس میں ۲۲ راپریل ۱۹۶۱ء کو کریں گے۔ توقع ہے کہ مرکزی وزیر ڈاکٹر گوپال ریڈی بھی اس تقریب میں شرکت کریں گے۔

دسرتھی تلنگی شعراء میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ وہ اس سے پہلے دیگر اردو شعراء کے کلام کا بھی ترجمہ کر چکے ہیں جنھیں تلنگی قارئین میں بے حد پسند کیا گیا تھا۔

لندن میں ٹیگور کی سالگرہ

رابندر ناتھ ٹیگور کی صد سالہ سالگرہ منانے والی لندن کمیٹی نے برطانیہ میں ٹیگور کی سالگرہ کے سلسلے میں اپنا فیصلہ کن پروگرام مرتب کر لیا ہے۔

لندن کی ٹیگور سالگرہ کمیٹی کے وزیرِ اعظم برطانیہ مسٹر ہیرلڈ میکملن سرپرست ہیں اور ہندوستانی ہائی کمشنر متعینہ برطانیہ شریمتی وجے لکشمی پنڈت اس کی صدر ہیں۔ ممتاز لیبر ممبر آف پارلیمنٹ اور انڈیا لیگ آف برطانیہ کے چیرمین ہیں۔ اس کے علاوہ کاونٹس آف اری دوڈ ٹیگور فنڈ کمیٹی کے صدر ہیں۔

ٹیگور کی سالگرہ کے سلسلے میں یہاں ایک جلسۂ عام رائل البرٹ ہال میں ۸ رمئی کو ایک کنسرٹ ہوگا۔ ہندوستانی موسیقی کے لئے جو کمیٹی بنی ہے اس کی صدر وجے لکشمی پنڈت ہیں۔ "ٹیگور موسیقی" کی مشہور ماہر شریمتی راجیشوری دت کو خاص طور پر کلکتہ سے لندن بلایا گیا ہے۔

خسرو اکیڈمی

امیر خسرو کے ہندی اور فارسی کلام کے مجموعے جگہ جگہ سے حاصل کرنے اور ان کو ریسرچ کے بعد شائع کرنے کے لئے امیر خسرو اکیڈمی قائم ہو چکی ہے اور امید ہے کہ اس کے تحت آئندہ سال تک ایک یادگارِ خسروی پیش کی جا سکے گی۔

اس اکیڈمی سے متعلق کمیٹی کے صدر حافظ محمد ابراہیم سکریٹری جناب احمد محی الدین اور خزانچی لالہ یودھ راج ہیں۔ کمیٹی کے دیگر ارکان میں درج ذیل اشخاص شامل ہیں۔ پیر ضامن نظامی جناب نفیس الحسن ایم پی۔ ڈاکٹر تاراچند۔ لالہ مہیشور دیال۔ پروفیسر خلیق نظامی۔ جناب گوپی ناتھ امن۔ پروفیسر اجمل خاں۔ اور پروفیسر آل احمد سرور۔

مدراس میں اُردو سرکاری زبان

حکومت مدراس نے صوبے کے مختلف علاقوں میں علاقہ واری زبانوں کے استعمال کو سرکاری طور پر منظور کر لیا ہے۔ چنانچہ ویلور، آمبور، ترپاتور اور وانمباڑی میونسپل علاقہ جات میں اُردو زبان کو سرکاری زبان کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ حکومت مدراس نے متعلقہ سرکاری افسروں کے نام احکامات روانہ کر دئے ہیں کہ میونسپل اور متعلقہ دار علاقوں کی زبانوں کے بارے میں جو تعینات کئے گئے ہیں ان پر فوری طور پر عمل درآمد کیا جائے۔

رکشابان شاعر کو حکومت پنجاب کا انعام

حکومت پنجاب نے سائیکل رکشا چلانے والے ایک شاعر کو اس کے فن کی قدر دانی کے طور پر تین سو روپے انعام میں دئے ہیں۔ اس شاعر کا تخلص بسمل ہے۔ حال ہی میں پنجاب رائٹرز ایسوسی ایشن نے اس شاعر کی ایک نظم کو بہترین قرار دیا تھا۔ جس نشست میں یہ فیصلہ کیا گیا اس کے صدر جناب لبھو رام جوش ملسیانی تھے۔

فن کاروں اور ادیبوں کو امداد

حکومت مہاراشٹرا نے ریاست کے (۱۴۴) فن کاروں، ادیبوں اور مصنفین کو جملہ پچاسی (۸۵) ہزار روپیوں کی امداد منظور کی ہے۔

دہلی کارپوریشن اور اُردو

دہلی کارپوریشن ڈے کے موقع پر میئر کی تقریر انگریزی اور ہندی میں مہیا کی گئی۔ اردو کو نظر انداز کیا گیا۔ اس کے باوجود میئر کارپوریشن لالہ شام ناتھ نے اپنی تقریر اُردو میں پڑھی اور اُردو میں شری نرار جی دیسائی کا شکریہ ادا کیا۔

امریکہ میں جشنِ ٹیگور

امریکہ میں ٹیگور کی صد سالہ سالگرہ وسیع پیمانے پر منائی جانے والی ہے۔ اس موقع پر تین کتابیں بھی شائع کی جائیں گی۔ مختلف جامعات میں ٹیگور سوسائٹیز کا قیام عمل میں آیا ہے۔

ٹیگور پر فلم

لوک سبھا میں وزیر اطلاعات و نشریات ڈاکٹر بی۔ وی کیسکر نے بتایا کہ ٹیگور سے متعلق فلم مکمل ہو گئی ہے اور توقع ہے کہ ۲ رمئی ۱۹۶۱ء کو ریلیز کر دی جائے گی۔

رباعیات امجد

کم ظرف اگر دولت و زر پاتا ہے
مانند حباب ابھر کے اتراتا ہے
کرتے ہیں ذرا سی بات میں فخر خسیس
تنکا تھوڑی ہوا سے اڑ جاتا ہے

مغموم کے قلب مضمحل کو توڑا
یا منزل فیض متصل کو توڑا
کعبہ ڈھاتا تو پھر بنا لیتے
افسوس یہ ہے کہ تو نے دل کو توڑا

دنیا میں بدنصیب جیتے کیوں ہیں
مردودِ درِ حبیب جیتے کیوں ہیں
ہے پیٹ کو ٹکڑا نہ بدن پر کپڑا
معلوم نہیں غریب جیتے کیوں ہیں

نادانی سے پہلے تو خطا کرتے ہیں
ہٹ کر کے اور بھی برا کرتے ہیں
جب تم سے کوئی گنہ ہو تو توبہ کر لو
میلے کپڑے کو دھو لیا کرتے ہیں

گمراہ ہوئے تو رہنما یاد آیا
جب آ گئی پیری تو عصا یاد آیا
فرعون بھی وقت غرق لایا ایماں
جب چل نہ سکی خودی خدا یاد آیا

بےکس ہوں نہ مال ہے نہ سرمایہ ہے
مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لایا ہے
یارب! تری رحمت کے بھروسے امجد
بند آنکھ کئے یونہی چلا آیا ہے

اس سینہ میں کائنات رکھ لی میں نے
کیا ذکرِ صفات ذات رکھ لی میں نے
ظالم سہی، جاہل سہی، نادان سہی
سب کچھ سہی تیری بات رکھ لی میں نے

اے قطرۂ آب پھیل دریا ہو جا
اے طائرِ روح مرغ سدرا ہو جا
اپنی ہستی کو دفن خاک میں کر
اے تودۂ خاک اٹھ بگولا ہو جا

تقدیر سے کیا گلہ خدا کی مرضی
جو کچھ بھی ہوا ہوا خدا کی مرضی
امجد ہر بات میں کہاں تک کیوں کیوں
ہر کیوں کی ہے انتہا خدا کی مرضی

حسن مطلق مقید طور نہیں
خورشید کا عالم میں کہیں نور نہیں
مخلوق سے کچھ الگ نہیں ہے خالق
معنی کا وجود لفظ سے دور نہیں

ڈیوڑھی نہیں، در نہیں کہ دربان نہیں
بلبل نہیں، گل نہیں کہ بستان نہیں
مانا ہے جہان بھر کا ساماں گھر میں
خاطر جمعی کا کوئی سامان نہیں

پیاسوں پہ کرے گا مہربانی پانی
آتش پہ کرے گا حکمرانی پانی
کیا نارِ سقر جلا سکے گی واعظ
خود شرم سے ہو رہا ہوں پانی پانی

دربار میں گر نہیں بار در ہی سہی
مجھ کو ترے آستاں کا پتھر ہی سہی
مقصد یہ ہے کہ تجھ سے مس ہو جاؤں
دست شفقت نہیں تو ٹھوکر ہی سہی

اب بھی ہے زباں پہ پدرم سلطاں بود
فاقوں میں بھی شان کج کلاہی نہ گئی
اب بھی پھرتے ہیں بن کے شاہ جی دنیا میں
کیا خوب! تباہی میں بھی شاہی نہ گئی

لے لے کے خدا کا نام چلاتے ہیں
پھر بھی اثر دعا نہیں پاتے ہیں
کھاتے ہیں حرام لقمہ پڑھتے ہیں نماز
کرتے نہیں پرہیز دوا کھاتے ہیں

حضرت امجد کے سوگ میں

امجد اکادمی کی مجلس انتظامی کا ایک جلسہ ۲ اپریل ۱۹۶۱ء دن کے ساڑھے نو بجے حمایت نگر میں پروفیسر عبدالقادر سروری کی قیام گاہ پر منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرارداد تعزیت منظور کی گئی۔

"امجد اکادمی کی مجلس انتظامی کا یہ جلسہ حضرت امجد علیہ الرحمہ کے سانحۂ ارتحال پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت امجد کے انتقال سے اُردو شاعری کی تہذیبی اور روحانی قدروں کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور مرحوم کے پسماندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔"

یہ بھی طے پایا کہ حضرت امجد کی ایک مبسوط سوانح عمری مرتب کی جائے جس کے لئے حضرت امجد کی زندگی ہی میں اور ان کے مشورے سے مواد اکٹھا کرنا شروع کر دیا گیا تھا۔

اس سلسلے میں ایسے حضرات سے جن کے ہاں حضرت امجد کی تبرکات موجود ہیں، درخواست کی جاتی ہے کہ وہ معتمد اکادمی کو پروفیسر عبدالقادر سروری کے پتہ پر (حمایت نگر، روبرو مسجد سلیمہ خاتون) اطلاع بخشیں تاکہ خود آکر اصل یا اسکی نقل حاصل کی جاسکے۔ (محمد عمر یوسفی)

صدر اُردو مجلس جناب حامد علی پرشاد نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ حضرت امجد کا سانحۂ ارتحال اُردو دنیا کے لئے صدمۂ عظیم ہے۔ وہ اپنی طرز کے واحد رباعی گو شاعر تھے جس طرح فارسی میں ابوسعید ابوالخیر، حکیم عمر خیام اور سحابی نجفی نے رباعی کو اوج کمال پر پہنچایا تھا اسی طرح موجودہ دور میں ہماری زبان اردو میں حضرتِ امجد نے اس صنف سخن کو بقائے دوام عطا کیا۔

(و۔ خ۔ ش)

ادارۂ ادبیات اُردو۔ اُردو کے صوفی منش شاعر سرمد دکن حضرت سید احمد حسین امجد حیدرآبادی کے انتقال پُر ملال کی خبر ملتے ہی ۳۰ مارچ کو ادارۂ ادبیات اُردو بعد دوپہر احتراماً بند کر دیا گیا۔ ۳۱ مارچ کو شام کے ۵½ بجے ادارہ ادبیات اُردو کی جانب سے "ایوان اُردو" میں جلسۂ تعزیت جناب پروفیسر عبدالمجید صدیقی نائب صدر ادارہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اور تجویز تعزیت منظور ہوئی۔

شوکت لٹریری ایسوسی ایشن کرنول میں زیر صدارت عبدالرؤف صاحب ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں امجد مرحوم کی وفات پر تعزیتی تجویز منظور ہوئی۔

حضرت امجد کے انتقال پر انجمن ترقی اُردو (حیدرآباد)، مجلس تعمیر ملت (حیدرآباد)، انجمن مطلع ادب (اورنگ آباد) انجمن ترقی اُردو کھمم اور کریم نگر، اسلامیہ کالج کرنول نے اپنے جلسوں میں تعزیتی قراردادیں منظور کیں۔ نظام آباد میں ایک جلسہ عام میں امجد کی ادبی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

تصانیف امجد

(۱) رباعیاتِ امجد (تین جلدوں میں)۔ ان میں (۴۴۶) اُردو، (۳۹) فارسی رباعیات اور (۶۰) قطعات ہیں۔

(۲) ریاض امجد (دو حصّے ہیں)۔ پہلے حصے میں (۳۴) نظمیں اور تضمینیں، مسدس وغیرہ ہیں۔ طغیانی رود موسیٰ پر ان کی نظم قیامت صغریٰ اسی میں شامل ہے۔ دوسرے حصّے میں (۶۰) نظمیں اور تضمینیں، (۴۴) غزلیں اور (۱۲) قطعات ہیں۔

(۳) خرقۂ امجد۔ چونکہ اس میں تیس عنوانات پر نظمیں کہی گئی ہیں اسی لئے اس کو "سی پیوند" کہا گیا ہے۔ قرآنی آیات و احادیث کو عنوان بنا کر ان کی تشریح نظم میں کی گئی ہے۔

(۴) نذر امجد۔ رسول کریم کی ولادت، رضاعت اور ہجرت کے واقعات کو مسدس کی شکل میں (۴۱) بند میں بیان کیا گیا ہے۔

(۵) حضرت امجد نے ۱۳۳۵ھ میں حج کیا تھا۔ واپسی پر اپنا سفرنامہ نثر میں مرتب کیا۔ اس میں جابجا رباعیات، قطعات، نظمیں، غزلیں اور فردیات ہیں۔

(۶) جمال امجد (نثر میں)۔ اس میں زندگی کے معمولی واقعات سے بڑے نتائج حاصل کئے گئے ہیں۔

(۷) میاں بیوی کی کہانی (۳۲) صفحات کی مختصر کتاب ہے جس میں چار کہانیاں ہیں۔ پہلی نثر میں بقیہ نظم میں۔

(۸) حکایات امجد۔ (۴۵) کہانیوں کا مجموعہ ہے۔

(۹) پیام امجد۔ نثر کے علاوہ نظمیں، رباعیات اور قطعات ہیں۔

(۱۰) ایوب کی کہانی۔ (۳۲) صفحات کی مختصر کتاب ہے۔

(۱۱) گلستان امجد۔ حضرت امجد کی آخری کتاب ہے۔ دیگر تصانیف کی طرح اس میں بھی رباعیات اور قطعات وغیرہ موجود ہیں۔

"رباعیات امجد" کے بارے میں غلام قادر بلگرامی نے کہا تھا:-

امجد بہ رباعی ست فرد امجد
کلک امجد ا کلید گنج سرمد
گفتم کہ بود جواب سرمد امروز
روح سرمد بگفت امجد امجد

"گلستان امجد" کا سید سلیمان ندوی نے یوں تعارف کرایا:-

"دونوں سعدیوں میں عجیب مماثلت ہے۔ وہ بھی صوفی یہ بھی صوفی۔ وہ بھی شاعر یہ بھی شاعر۔ وہ بھی چھوٹے چھوٹے فقروں والی نثر کی پیالیوں میں قند و نبات گھولنے والے اور یہ بھی۔ مجاز کو حقیقت کا پردہ وہ بھی بناتے تھے اور یہ بھی بناتے ہیں۔"

انجمن کا خبرنامہ

جامعہ نگر میں یوم ٹیگور

انجمن ترقی پسند مصنفین جامعہ نگر کی جانب ملک کے مایہ ناز ادیب اور فن کار ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کی یاد تازہ رکھنے کے لیئے ۱۷/مارچ ۷۱ء کو جامعہ نگر میں "یوم ٹیگور" منایا گیا۔

اس موقع پر ٹیگور کی تصانیف کی ایک نمائش ترتیب دی گئی تھی جس میں انگریزی اور ملک کی ۱۳ خاص زبانوں کی کتابوں کے علاوہ بعض غیر ملکی زبانوں مثلاً جرمن، فرنچ، عربی، روسی، اسپینی، ہیبرو اور چینی زبانوں کی کتابیں بھی رکھی گئی تھیں۔ ٹیگور کی مصوری کے نمونے، مخطوطات، ٹیگور کی زندگی اور فن پر لکھی ہوئی کتابیں، فہرست کتب اور ٹیگور کی تصانیف کے اردو ترجمے سے متعلق چارٹ اور ٹیگور کی یادگار تصویریں نمائش میں جگہ جگہ آویزاں تھیں۔ ہم اس کے لیئے ساہتیہ اکاڈمی دہلی اور رویندر بھون شانتی نکیتن کے بہت ممنون ہیں۔ نمائش کا افتتاح ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب نے فرمایا۔

افتتاح نمائش کے بعد ٹیگور کی زندگی اور فن سے متعلق ایک بزم مقالات منعقد ہوئی۔ جناب ابوالکلام صاحب نے اپنے مقالے "ٹیگور بحیثیت مصور" میں ٹیگور کے فطری رجحانات کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی مصوری پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا۔ دہلی یونیورسٹی کے ڈاکٹر قمر رئیس نے "ٹیگور کے مختصر افسانے" کے عنوان سے اپنا گراں قدر مقالہ پیش کیا جس میں موصوف نے بنگلہ ادب کے پس منظر میں ٹیگور کی کردار نگاری اور حقیقت بیانی کے اوصاف کی تشریح کی۔ ڈاکٹر ہاشم امیر علی نے "ٹیگور کی زندگی کے مختلف پہلو" کے عنوان سے خاص طور سے ٹیگور کی دیہی تعمیر سے متعلق نظریئے کی وضاحت فرمائی۔ ڈاکٹر سلامت اللہ نے ٹیگور کی زندگی کے نہایت اہم پہلو پر روشنی ڈالی۔ آپ کے مقالے کا عنوان تھا "ٹیگور بحیثیت معلم" موصوف نے اپنے مقالے میں ٹیگور کے تعلیمی تجربات کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے تعلیمی نظریئے کی وضاحت فرمائی۔ محترمہ صالحہ عابد حسین صاحبہ نے ٹیگور کے مشہور ناول "آنکھ کی کرکری" (اردو ترجمہ کل منہی) پر اپنا تاثراتی تبصرہ سنایا۔

بزم مقالات کی صدارت پنڈت سندر لال صاحب نے فرمائی۔ اپنی صدارتی تقریر میں موصوف نے ٹیگور کے انسان دوست اور آفاقی نظریئے کی نہایت مدلل اور مفصل انداز میں تشریح فرمائی اور کبیر داس کے مشہور دوہے ع :

پوتھی پڑھ پڑھ جگ موا پنڈت بھیا نہ کوئے
ڈھائی آکھر پریم کا پڑھے جو پنڈت ہوئے

پر اپنی تقریر ختم کی اور بتایا کہ ہمیں ٹیگور کے یہاں بھی محبت کا یہی سندیش ملتا ہے۔

اس پروگرام کا آخری پسندیدہ جز جس کے لیئے شائقین منتظر تھے "نشاط و نغمۂ ٹیگور" تھا گیتوں کا سامعین پر فوری افسوں پھیلتا گیا۔ نہایت متین صاف اور پُرسکون فضا پیدا ہو گئی تھی۔

سب سے پہلے کماری کسم نگم نے ٹیگور کا ایک گیت گایا۔ اس کے بعد بنانے موجمدار اور کماری کرشنا داس گپتا نے ٹیگور کے متعدد گیت سنائے۔

آخر میں ٹیچرز کالج جامعہ کی طالبات نے ٹیگور کا مقبول عام اور عظیم ترانہ "جن من گن" پیش کیا۔

(رفیق محمد شاستری)

حضرت امجد

انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے زیر اہتمام منعقدہ ایک جلسۂ عام نے حضرت امجد حیدرآبادی کی رحلت پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ حضرت امجد کے مکان کو قومی یادگار قرار دیا جائے۔ اور ان کے پسماندگان کی گذر بسر کے لیئے کوئی مستقل صورت نکالی جائے۔ جلسہ کی صدارت مسٹر احمد علی خاں ایم ایل اے نے کی۔ جلسہ میں قرارداد تعزیت کے علاوہ تین تحریکیں منظور کی گئیں۔ ایک تحریک کے ذریعے اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ حضرت امجد کی تصانیف کے نئے ایڈیشن شائع کئے جائیں۔ انجمن ترقی اردو کی جانب سے اس کام کا آغاز کیا جائے۔ ان کی پہلی برسی تک منتخب کلام اہتمام کے ساتھ اردو اور ناگری رسم الخط میں شائع کیا جانا چاہیے ساہتیہ اکیڈیمی آندھرا پردیش سے بھی درخواست کی گئی ہے کہ دکن کے اس مایۂ ناز شاعر کے کلام کا مکمل مجموعہ شائع کرنے کا انتظام کیا جائے۔ دوسری تحریک میں حکومت آندھرا پردیش سے درخواست کی گئی ہے کہ حضرت امجد کی زندگی کا آخری حصہ جس مکان میں گذرا ہے اسے حاصل کر کے قومی یادگار کی حیثیت سے محفوظ کیا جائے۔ اور اس مکان میں کتب خانہ اور دارالمطالعہ قائم کیا جائے۔ اس سلسلے میں معتمد انجمن ترقی اردو کو مجاز گردانا گیا ہے کہ وہ سربرآوردہ شہریوں کا وفد تشکیل دیں جو اس سلسلے میں حکومت سے ربط پیدا کرے۔ تیسری تحریک میں حکومت ہند اور حکومت آندھرا پردیش سے درخواست کی گئی ہے کہ حضرت امجد کے متعلقین کی مستقل امداد کی کوئی سبیل نکالی جائے اور مرحوم کو جو وظیفہ ملتا تھا انکی بیوی کے نام جاری کیا جائے۔

(سیاست حیدرآباد)

شاخ کھم

انجمن ترقی اردو کے از سر نو انتخابات کیے ہیں حسب ذیل کمیٹی تشکیل دی گئی۔ صدر اعزازی جلگم ونگل راؤ صدر ضلع پریشد کھم۔ جنرل سکریٹری سکندر محسن۔ نائب معتمد پرائے ہیرالال موریا۔ اراکین، ایم - ایل - نرسمہوان راؤ، محمد عبدالعلیم سدھا ریڈی صدر ضلع کانگرس کھم، شیخ احمد، کویراج مورتی، شیخ محبوب علی، رام چندر گوئیل، امراؤ شریف، وائی وی شاستری، غضنفر، محمد اکبر، سیتا نارائن، محمد معظم علی، محمد حنیف۔

بہار ریاستی انجمن ترقی اُردو

بہار ریاستی انجمن ترقی اُردو کے دفتر کی اطلاع ہے کہ ۲۹ مارچ کو ۶½ بجے شام کو مجلس عاملہ بہار ریاستی انجمن ترقی اُردو کی ایک غیر معمولی نشست انجمن اسلامیہ ہال میں زیر صدارت جناب محمد ایوب، ایڈوکیٹ منعقد ہوئی۔

جناب محمد ایوب صاحب صدر بہار ریاستی انجمن ترقی اُردو نے مردم شماری میں اینومریٹروں اور مردم شماری محکمہ کے افسروں کی زیادتی اور اُردو کے اندراج میں رکاوٹوں کے واقعات سے مجلس عاملہ کو تفصیلی طور پر رپورٹ دی اور اس سلسلے میں انجمن کی کارگذاریوں سے بھی ممبران کو آگاہ کیا۔ آپ نے بتایا کہ انجمن کی پیہم شکایتوں اور میمورنڈم سے مجبور ہو کر رجسٹرار جنرل نے سنسس سپرنٹنڈنٹ بہار کو ہدایت کی ہے کہ تمام واقعات کی تحقیقات کی جائے۔ اس سلسلہ میں جناب پروفیسر ہمایوں کبیر وزیر ثقافتی امور ہند کی مستحسن کوششوں پر صدر انجمن نے روشنی ڈالی جنہوں نے رجسٹرار جنرل کو تحقیقات کرانے پر مجبور کیا ہے۔

جناب ایوب صاحب ایڈوکیٹ موصوف نے مجلس عاملہ کے ارکان کو ابتدائی تعلیم کے موجودہ مسائل اور اُردو تعلیم کی راہ میں بنیادی رکاوٹوں سے بھی آگاہ کیا۔ آپ نے بتایا کہ کارپوریشن اور میونسپلٹی کے حدود میں حکومت نے ابتدائی تعلیم کی پوری ذمہ داری میونسپلٹیوں کے سپرد کر دی ہے مگر وہ اُردو تعلیم سے بے پروائی برت رہی ہے۔ مفصل علاقوں میں پہلے ڈسٹرکٹ بورڈوں کے ذمہ یہ کام تھا اب حکومت نے خود اپنے ذمہ یہ کام لے لیا اور اکثر جگہوں میں جبری تعلیم کی اسکیم نافذ کر دی گئی ہے۔ اسی طرح میونسپلٹیوں کے حدود میں بھی اس اسکیم کا نفاذ ہو چکا ہے۔ دستور میں ابتدائی تعلیم مادری زبان میں حاصل کرنے کا ہر شخص کو حق دیا گیا ہے لیکن اردو کے متعلق حکومت کا رویّہ معاندانہ ہے اگر اس صورت حال کو قائم رہنے دیا گیا تو چند برسوں کے بعد سکنڈری اسکولوں اور کالجوں میں اُردو پڑھنے والے لڑکے نہ ملیں گے۔ شاعروں کی پُر رونق مجلسیں اور اُردو اداروں کی سرگرمیاں سب ختم ہو جائیں گی۔ اس لئے اس صورت حال کو پیش نظر رکھ کر ابتدائی تعلیم کی طرف اُردو دوستوں کو جلد پوری توجہ دینی چاہئے۔ چنانچہ ایک تجویز کے ذریعے مجلس عاملہ نے اُردو دوستوں سے درخواست کی ہے کہ وہ ابتدائی تعلیم کی طرف جلد توجّہ دیں اور اپنے محلہ اور علاقے میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کے اعداد و شمار جمع کریں اور ہر جگہ اُردو مکتب قائم کریں، جہاں علٰحدہ مکتب نہ قائم کر سکیں اسکولوں میں داخلہ کرائیں۔ حکومت سے ایسے اسکولوں کی منظوری اور گرانٹ کا مطالبہ کریں، اور ساتھ بہار ریاستی انجمن ترقی اُردو کو مطلع کریں۔ میونسپلٹی حلقوں میں فوری توجہ درکار ہے۔ چنانچہ طے پایا کہ ریاستی انجمن پٹنہ کارپوریشن کے حدود میں ابتدائی تعلیم کی مہم جلد شروع کر دے۔ اس تحریک کی نگرانی کی ذمّہ داری جناب شاہ مشتاق احمد صاحب کے سپرد کی گئی ہے۔ شاخوں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنے حدود کی میونسپلٹیوں میں ابتدائی تعلیم کی مہم شروع کر دیں۔ ایک دوسری تجویز کے ذریعے طے پایا کہ جلد سے جلد انجمن کا ایک وفد وزیر اعلیٰ بہار سے مل کر ریاستی انجمن کے تمام مطالبات کو منوانے کی سعی کرے۔ شرکاء میں جناب سید جعفر امام وزیر قانون و جیل، جناب مولانا منظور احسن اجازی ایم ایل اے، جناب مولانا عثمان غنی صاحب، محترمہ عزیزہ نقی امام صاحبہ، جناب شاہ مشتاق احمد، جناب پرنسپل سید عبد الحمید، جناب محمد ادریس میونسپل کمشنر، جناب مولانا اختر الزماں رحمانی، جناب صدیقی وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

انجمن تعمیر اُردو دہلی

انجمن کی ہفت روزہ ادبی نشست بتقریب عید سعید اتوار ۱۹ مارچ ۱۹۶۱ء کو اردو ہال اردو بازار میں منعقد ہوئی جناب رشید خاں ممبر مجلس عاملہ پردیش کانگریس نے صدارت کی۔ شرکاء جلسہ میں قاضی عبد الودود، ڈاکٹر ایل۔ اے۔ عابدی، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، نور الدین احمد، میر مشتاق احمد، رشید حسن خاں، اسمٰعیل رشید، اعظم گڈھی وغیرہ شامل تھے۔ گذشتہ کارروائی کی منظوری کے بعد جلیل ناظر، عارف اسلم، عاشق دہلوی، کالی چرن اثر دہلوی، ضیغم مسند دہلوی، عشرت کرتپوری، محمود سعیدی، بہار برنی، محسن زیدی، اسمٰعیل رشید، اسلم پرویز، عزیز وارثی، رعنا جگی، غالب دہلوی، عارف نقوی، گلزار دہلوی اور مولانا انور صابری نے نظمیں، غزلیں اور عید پر قطعات وغیرہ سنائے۔ آخر میں قاضی عبد الودود نے کہا کہ مجھے یہاں کے نوجوان اور معمر، نئے اور پرانے شاعروں اور ادیبوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ سب اردو زبان کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اس اجتماع سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں ہر نظریئے کے ماننے والے ادیب شریک رہتے ہیں۔ اس انجمن کی ترقی کے لئے میں دعا کرتا ہوں۔ (پروپیگنڈا سکریٹری)

امجد کا کلام تلگو زبان میں

ڈسٹرکٹ رائٹرز ایسوسی ایشن کھمم (آندھرا) نے امجد حیدر آبادی کے انتقال پر ایک تعزیتی جلسے میں طے کیا کہ ان کے کلام کا تلگو میں ترجمہ کیا جائے۔ اس کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے۔

تصحیح

میرا ایک مضمون "ایک قلمی بیاض" رسالہ نکات ویدانت کے عنوان سے "ہماری زبان" ہفت وار علی گڑھ کی اشاعت جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا ہے جس کے صفحہ ۲، اور کالم ۲ کی سطر ۸ میں تاریخ وفات ۲۳ شعبان ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۳ء کے ساتھ روز "جمعہ" لکھا ہوا ہے۔ شاید نقل نویس کی غلطی کی وجہ سے اصل مسودہ میں روز "جمعہ" لکھ دیا ہو۔ دراصل روز "شنبہ" ہونا چاہئے۔ (مقبول النساء بیگم ہاشمی)

مراسلات

چند ضروری باتیں

(۱) یکم اپریل ۱۹۶۱ء کے "ہماری زبان" میں گنڈا یا غنڈا کے املا کی نسبت استفسار شائع ہوا ہے۔ مجھے "ہماری زبان" کی رائے سے اتفاق ہے کہ اصل لفظ گنڈا ہندی ہے۔ مگر چونکہ اُردو میں غُنڈا رائج ہو چکا ہے اس لئے اُس کو صحیح بلکہ قابلِ ترجیح قرار دینا چاہیے۔ غند بمعنی جمع شدہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور فارسی و عربی میں ڈال مستعمل بھی نہیں۔ اسی طرح گند سے بھی تعلق نہیں۔

(۲) عمر خیام کی شاعری" والے مراسلے میں زمخشری اور بیہقی و زمخشاری "بے حقی" کی جو مٹی پلید ہوئی ہے اس پر افسوس ہوا۔

(۳) لفظ پرچھائیں کا تلفظ آئیں اور سائیں جیسا ہے یعنی نون غنہ سے پہلے یائے معروف ہے۔ جمع پرچھائیاں ہے۔

(۴) "تبصرے" میں خیال نہیں کہ مجھ سے سہو ہوا یا کاتب سے۔ بہرحال مصرع ذیل میں

لیکن ہم عاصی کو دامن میں چھپاتے ہیں حضور

"ہم" کی ہ گرتی ہے۔ عین نہیں گرتا۔

(ضیاء احمد - بدایونی)

(۲) یکم اپریل ۶۱ء کے 'ہماری زبان' میں لفظ غنڈا کے بارے میں قومی زبان' نے جو کچھ دریافت کیا ہے اس کا جواب اسی شمارے میں دے دیا گیا ہے۔ اسی طرح لفظ پرچھائیں کے تلفظ کے بارے میں جہاں بانو صاحبہ نقوی نے جو کچھ دریافت کیا ہے اس کا جواب بھی 'ہماری زبان' میں کسی کی طرف سے دے دیا جائے گا لیکن یہ باتیں یہیں ختم نہیں ہوتیں۔ ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیلے رہنے اور دیگر بہت سی زبانوں سے متاثر ہونے کی وجہ سے اُردو زبان میں ہر روز ہی ایسے بہت سے الفاظ آ رہے ہیں جن کے املے میں اور تلفظ میں شدید اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ تذکیر و تانیث، واحد و جمع میں بھی اختلاف کی گنجائش نکل آتی ہے۔ اس لئے خوب غور و خوض کر کے ان مسائل کا مناسب حل نکالنا ہمارے لئے نہایت ضروری ہو گیا ہے۔ میری حقیر رائے میں اس مقصد کے لئے انجمن ترقی اُردو کی طرف سے ایک ایسا بورڈ قائم کیا جائے جو سال بہ سال اُردو زبان میں آنے والے الفاظ و محاورات پر تحقیق کر کے قطعی طور سے ہر ایک کا املا، تلفظ اور معنی و مطلب متعین کیا کرے تاکہ اس طرح کے اختلافات کی گنجائش نہ رہے ورنہ اندیشہ ہے کہ یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے کسی دن اُردو کیلئے بلائے جان نہ ثابت ہو۔ (نور قاضی پوری)

اُردو تحریک کی نوعیت

ہماری زبان میں گیان چند صاحب کے تاثرات کو پڑھ کر یہ چند سطریں لکھی گئی ہیں۔ امید کہ آپ ہماری زبان میں ان کو جگہ دیں گے۔

ڈاکٹر عبدالحق صاحب نے پاکستان میں جذباتی سطح پر اُردو کی جو وکالت کی ہے اس کو دیکھ کر یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ڈاکٹر صاحب کی شہرت ہر وقت ذہنی صحت کی شاندار نمائندگی کے لئے ہی وقف رہتی ہے۔ انگریزی کے اقتدار کے ڈالے ہوئے پھندے کو ذہنی آزادی کی راہوں کو روشن کئے بغیر نہیں کھولا جا سکتا ہے مگر ڈاکٹر صاحب جذباتی نا آسودگی سے ہی اس پھندے کو کھولنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ طریقہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُردو تحریک کے وہ کسی دور میں سالار اعظم ہوں گے۔ مگر اس سائنسی دور میں ان کی نظروں کا دائرہ یہ بتلاتا ہے کہ وہ سالار اعظم نہیں ہیں، آج وہ ایک یادگار ہیں اور اس عمر میں انھیں یادگار ہی ہونا چاہیے۔ پاکستان کسی نے بنایا ہو مگر یہ حقیقت پوری طرح روشن ہے۔ جس دور میں پاکستان کا نعرہ بلند ہوا اسی دور میں اُردو کے ادیبوں اور شاعروں کی ایک نسل نے ترقی پسند تحریک کے ذریعہ سے اُردو کی شاندار نمائندگی کی ہے۔

(حسن عسکری بلکھنوی)

اُردو تحریک کی نوعیت

گیان چند صاحب! مولوی عبدالحق کے اس بیان پر کہ پاکستان کو اُردو زبان نے بنایا۔ بجا طور پر جناب برہم نظر آتے ہیں۔ لیکن انھیں اس پر غور کرنا چاہیے تھا (اور ہر اُردو دوست کو اس پر غور کرنا چاہیے) کہ مولوی صاحب نے وہ بیان کس جذبہ کے تحت دیا۔ وہ اُردو یونی ورسٹی بنانے کے لئے بے تاب ہیں۔ ہر ممکن بلکہ (اب تو کہا جا سکتا ہے) ناممکن طریقہ سے اُردو کا حق منوانے کے لئے بے چین ہیں۔ اسی لگن اور بیتابیِ شوق کے جذبے نے ان سے یہ جملہ کہلوایا ہوگا، یعنی یہ بیان وفورِ جذبات کا نتیجہ ہے۔ اسے حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ تاریخی یا واقعاتی حیثیت سے اسے مضحکہ خیز کہا جا سکتا ہے۔ جس کی ساری عمر اُردو زبان کی تاریخ کی تحقیق میں گذری ہو وہ ایسی بے بنیاد بات کیسے کہہ سکتا ہے مولوی صاحب سے زیادہ کون اس بات سے واقف ہے کہ اُردو ہندو مسلم اتحاد کا نتیجہ ہے۔

آخر میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی صاحب کا بیان صرف گیان چند صاحب ہی کے لئے نہیں بلکہ ہر اُردو دوست کے لئے سخت تکلیف دہ اور پریشان کن ہے۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ مولوی صاحب فوراً اپنے اس بیان کی وضاحت کر دیں۔ یہ بھی اُردو کی ایک اچھی خدمت ہوگی۔

(عبدالرزاق قریشی)

غیر مطبوعہ نثری داستانیں

ہماری زبان مورخہ ۲۲ مارچ ۶۱ء میں امیر حسن نورانی صاحب نے غیر مطبوعہ نثری داستانوں کا خلاصہ دے کر بڑا احسان کیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ انھوں نے اور نہ ہماری زبان نے بتلایا ہے کہ یہ داستانیں کہاں ہیں۔ کتب خانوں اور مقام کتب خانہ کی صراحت آئندہ کسی اشاعت میں فرما دی جائے تو مناسب ہوگا۔ (سمیع اللہ)

از سید مجیب الرحمٰن

ہندوستانی زبانوں کے لئے مشترک اکائی کا عروض

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۳) BACCHIC یا گرو گرو لگھو

سودا کا شعر ہے:۔ سودا پہ ہے دنیا تو بہر سو کب تک • آوارہ ازیں کوچہ بآں کو کب تک

علامت	— — ⏑	— — ⏑	— ⏑ ⏑	— ⏑		— — ⏑	— ⏑ ⏑	⏑⏑—⏑⏑	— ⏑
تقطیع	سودا پہ	ہے دنیا	تو بہر سو	کب تک		آوارہ	ازیں کو	چہ بآں کو	کب تک

اس کا مصرع Bacchic یا گرو گرو لگھو کی ساڑھے تین اکائیوں سے بنا ہے۔ مگر امتزاج کے لئے "تو بہر سو" میں Paeon یا Pyrrhic - Iamb، یا لگھو لگھو گرو (ل ل گ) کی اکائی استعمال ہوئی ہے۔ اور "چہ بآں کو" میں Pyrrhic - Trochee یا لگھو لگھو گرو لگھو کی اکائی استعمال ہوئی ہے۔ جو آپس میں مترنم ہیں۔

(۴) DACTYL یا گرو لگھو لگھو

میر عبدالحی تاباں کا شعر ہے:۔ اب مہرباں ہوا ہے تاباں ترا ستمگر • آ ہیں تری کسی نے شاید سنائیاں ہیں

علامت	— ⏑ ⏑	⏑⏑—⏑	— ⏑ ⏑	⏑⏑—⏑⏑		— ⏑ ⏑	⏑⏑—⏑	— ⏑ ⏑	⏑⏑—⏑
تقطیع	اب مہر	باں ہوا ہے	تاباں تب	را ستمگر		آ ہیں تب	ری کسی نے	شاید سو	نا ئیاں ہیں

اس شعر میں "ہاں ہوا ہے" اور "را ستمگر" کے الفاظ Pyrrhic – Trochee یا لگھو لگھو گرو لگھو کی اکائی ہیں گویا Pyrrhic - Trochee اور Dactyl مماثل وزن کے ہیں۔

(۵) CRETIC یا گرو لگھو گرو

مظہر جانجاناں کا شعر ہے:۔ کوئی کرتا ہے آزردہ سجن اپنے کو ہے ظالم
کہ دولت خواہ اپنا مظہر اپنا جانجاناں اپنا

علامت	— ⏑ —	— ⏑ —	—⏑⏑—	— ⏑ —	— ⏑ —		— ⏑ —	— ⏑ —	— ⏑ —	⏑ — —	— ⏑ —
تقطیع	کوئی آ	زردہ کر	تا ہے سجن	اپنے کو	ہے ظالم		کہ دولت	خواہ اپنا	مظہر اپ	نا جانے	جاں اپنا

اس شعر میں "تا ہے سجن" کے الفاظ Choriamb (گ ل ل گ) کی اکائی کے ہیں اور "نا جانے" کی اکائی Bacchic یا گرو گرو لگھو کی اکائی سے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ Cretic، Choriamb اور Bacchic مساوی ترنم کی اکائیاں ہیں۔

(۶) CHORIAMB یا گرو لگھو لگھو گرو

سنت سورداس کے یہ شعر Choriamb کی اکائی کی مثال پیش کرتے ہیں

نایا دھام دھن دنتا • باندھیوں جو اس ساج
سنت سبھی جانت ہوں • تو نہ آئیو باج

علامت	—⏑⏑—	—⏑⏑—		— ⏑ —	— ⏑ —
تقطیع	نایا دھام	دھن دنتا		باندھیوں	جو اس ساج
علامت	—⏑⏑—	—⏑⏑—		— ⏑ —	— ⏑ —
تقطیع	سنت سبھی	جانت ہوں		تو نہ آ	ای یو باج

ان اشعار میں پہلے مصرعے Choriamb "یا گرو لگھو لگھو گرو" کی اکائی کے ہیں جس کے ساتھ پہلے ٹکڑے یعنی "نایا دھام" میں Di-Trochee یا گ ل گ ل کی اکائی استعمال ہوئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ Choriamb اور Di Trochee ہم وزن ہیں۔ مگر انہی اشعار کے ثانی مصرعے اکائی کی گنتی میں مساوی ہونے کے باوجود ترنم میں خود بخود مختلف محسوس ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ثانی مصرعے Cretic یا گرو لگھو گرو کی اکائی سے بنے ہیں۔ ہندی بحروں کا حسن یہ ہے کہ کبھی کبھی دو مختلف بحروں کی اکائیوں سے پہلے اور دوسرے مصرعے بنا کر دلکش ترنم پیدا کیا جاتا ہے۔

(۷) DI-TROCHEE یا گرو لگھو گرو لگھو

شمس ولی اللہ کا شعر ہے :- دل ولی کا لے لیا دلی نے چھین • جا کہو کوئی محمد شاہ سوں

علامت	– ∪ – ∪	– ∪ – ∪	– ∪ – ∪	– ∪ –	– ∪ – ∪	– ∪ – ∪	– ∪ – –
تقطیع	دل ولی کا	لے لیا دل	لی نے چھین	جا کہو کو	ئی محمد	شاہ سوں	

(۸) SPONDEE-PYRRHIC یا گرو گرو لگھو لگھو

ولی کا یہ شعر ساڑھے تین فٹ یا اکائیوں کا ہے۔

بے صبر نہ ہوائے ولی اس درد سے ہرگاہ ۔ جلدی سے ترے درد کی درماں سے کہوں گا۔

علامت	– – ∪ ∪	– – ∪ ∪	– – ∪ ∪	– ∪	– – ∪ ∪	– – ∪ ∪	– – ∪ ∪	– –
تقطیع	بے صبر نہ	ہوائے ولی	اس درد سے	ہرگاہ	جلدی سے ت	رے درد کی	درماں سے ک	ہوں گا

(۹) DI-IAMB یا لگھو گرو لگھو گرو

سودا کے اس شعر کے ہر مصرع میں ساڑھے تین اکائیاں ہیں اور "دل دو یں اب" "د" "کھیئے جو ہو" کی اکائیاں pyrrhic Trochee ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ pyrrhic Trochee و Di-Iamb ہم وزن ہیں اور 'سودا' 'سو ہو' کے الفاظ Trochee و Anapaest اکائی سے ہیں۔ جو آپس میں ہم وزن ہیں۔

شعر:- دیا اسے دل و دیں اب یہ جان ہے سودا • پھر آگے دیکھیئے جو ہو سو ہو ہوا سو ہوا

علامت	∪ – ∪ –	∪ ∪ – –	∪ – ∪ –	– ∪	∪ – ∪ –	∪ – ∪ –	– ∪ – ∪	∪ ∪ –
تقطیع	دیا اسے	دل و دیں اب	یہ جان ہے	سودا	پھر آگے دی	کھیئے جو ہو	سو ہو ہوا	سو ہوا

(۱۰) PYRRHIC-IAMB یا لگھو لگھو لگھو گرو

شیخ شرف الدین مضمون کا شعر ہے

ہم نے کیا کیا نہ ترے عشق میں محبوب کیا • صبر ایوب کیا، گریۂ یعقوب کیا

علامت	∪ ∪ ∪ –	∪ ∪ – –	∪ ∪ ∪ –	∪ ∪ –
تقطیع	ہم نے کیا کیا	نہ ترے عش	ق میں محبو	ب کیا
علامت	∪ ∪ ∪ –	∪ ∪ – –	∪ ∪ ∪ –	∪ ∪ –
تقطیع	صبر ایو	ب کیا گر	یۂ یعقو	ب کیا

(۱۱) PYRRHIC SPONDEE یا لگھو گرو گرو لگھو

شاہ حاتم کا شعر ہے :-

کئی عالم کئے ہیں قتل اس نے • کرے کیا اکیلا حاتم بچارا

علامت	∪ – – –	∪ – – –	∪ – –	∪ – – –	∪ – – –	∪ – –
تقطیع	کئی عالم	کئے ہیں قت	ل اس نے	کرے کیا اے	کلا حاتم	بچارا

اس شعر کا ہر مصرع پونے چار اکائیوں سے بنا ہے۔

متذکرہ مختصر خاکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستانی اور اُردو شاعری کے لئے اوپر بتائی گئی گیارہ اور اسی طرح کی چند اور اکائیوں کے جان لینے سے ہمارا شاعر فارسی اور سنسکرت عروض کی دشواریوں سے چھٹکارا پا لیتا ہے اور انہی چند اکائیوں کی مدد سے وہ ہر مشکل بحر میں شعر بھی کہہ سکتا ہے اور نئی نئی بحریں ایجاد کر کے اپنی زبان اور فن کی بھی خدمت کر سکتا ہے۔

اس مجوزہ اکائی کے عروض کی خوبی یہ ہے کہ یہ چیز جہاں ہمیں انگریزی زبان کے عروض کا سائنٹفک اور سہل تکنیک فراہم کرتی ہے وہیں اُردو زبان کی شاعری کے فن کو مشترک اصول کی وجہ سے ہندوستانی اور زبانوں سے قومی بنیاد پر جوڑتی ہے۔ اور دوسری ہندوستانی زبانوں کے بچھڑے ہوئے عروض کی تلافی کر کے انہیں دنیا کی ساری زبانوں سے ہم زبان بنانے میں مدد دیتا ہے۔

تبصرے

ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی

کاکل صبح - مصنف: عشرت کرتپوری

ناشر: سب رنگ کتاب گھر - دہلی

قیمت: دو روپے پچاس نئے پیسے

"کاکل صبح" عشرت کرتپوری کا پہلا مجموعۂ کلام ہے۔ عشرت ان نوجوان شاعروں میں ہیں جن کی شاعری میں ان کی شخصیت اور ان کے ذاتی تجربوں کا اظہار ہے۔ وہ زندگی کی آگ میں مسلسل جلتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں ایک گداز اور تیکھا پن ملتا ہے۔ ان کی نظموں اور غزلوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی ساری عمر ناساعد حالات کا مقابلہ کرنے میں گزری ہے اور کسی منزل میں غموں کے سامنے انھوں نے سپر نہیں ڈالی ہے بلکہ زمانے کی تلخیوں نے انھیں شعور و ادراک کی دولت عطا کی ہے۔ ان کے اشعار عام طور پر واضح اور براہ راست ہوتے ہیں۔ فنی رعایتوں اور آرائش بیان کی خاطر انھیں اپنے جذبات و تاثرات کی صورت کو بدل دینا اور اسے شاعرانہ بنانے کے لئے اصلیت سے دور کر دینا قبول نہیں۔ ویسے ان کے یہاں ایسے اشعار کی بھی کمی نہیں جو کہنہ مشق غزل گو سے داد وصول کر سکتے ہیں۔ ؎

کیا ہوا یہ قفس نصیبوں کو ● سب نے مُنہ آشیاں سے پھیر لئے

تمہاری بزم میں پہنچے تو مل سکی نہ پناہ

تمہاری بزم سے اٹھے تو بے ادب کہلائے

عشق و ہوس ہیں دونوں ہی تیری تلاش میں

یہ دیکھنا ہے کس کو ترا آستاں ملے

کون گیا جو ہم جائیں گے ● اُٹھ کر تیری راہ گذر سے

دے کے غم دے رہے ہیں تسلّی

لوگ بھی کیسے بہروپئے ہیں

نظموں میں کچھ تو رومانی ہیں مثلاً "آغاز محبت" "پرستش اولیں" اور "سراپا" وغیرہ اور بعض زندگی کے دوسرے حقایق سے متعلق مثلاً "منڈی" "پیغام" اور "کلرک" وغیرہ۔ یہ سب نظمیں اسلوب اور طرز فکر کے اعتبار سے پرانے طرز کی ہیں۔ عشرت نے اپنی شاعری کا آغاز احسان دانش کی شاگردی سے کیا تھا۔ اپنی نظموں میں ابھی وہ اپنے استاد کے اثر سے نہیں نکل سکے ہیں۔

ضروری اعلان

براہ مہربانی خط کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ منیجر

اُردو کے چاند تارے

مرتب: امیر حسن نورانی

ناشر: راجہ رام کمار بک ڈپو - لکھنؤ

قیمت: تین روپے پچاس نئے پیسے

اُردو میں اس وقت تحقیق و تنقید کا کاروبار دن بدن ترقی پر ہے۔ لیکن ایسی کتابیں بہت کم لکھی جاتی ہیں جن میں شعر و ادب سے متعلق معلومات آسان اور عام فہم اسلوب میں حوالوں اور حاشیوں سے بوجھل کئے بغیر پیش کی جائیں تاکہ عام آدمی شاعروں اور ادیبوں کی شخصیت اور ان کے فن سے دلچسپی لے سکے۔ تحقیق و تنقید کا بیشتر سرمایہ علمائے ادب کا پیدا کردہ ہے اور انھیں علمائے ادب ہی پڑھتے ہیں۔ امیر حسن نورانی صاحب نے اس کتاب میں امیر خسرو اور ولیؔ سے لے کر مجاز تک اُردو کے اہم شعراء کے حالات زندگی اسی غرض سے مرتب کئے ہیں کہ وہ طالب علموں اور اوسط درجے کے اُردو پڑھنے والوں کے لئے مفید ہو۔ ہر شاعر کا انتخاب کلام بھی دیا گیا ہے۔ امید ہے یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مع ترجمۂ اُردو: (از ضیاء احمد بدایونی)

از مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی۔

ناشر نور محمد کارخانۂ تجارت کتب۔ آرام باغ۔ کراچی۔

قیمت۔ جلد اول مجلد دس روپے۔ تعداد صفحات ۹۱۰۔

کسی کتاب کی نسبت یہ بتانے کے بعد کہ یہ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تصنیف ہے کسی تعریف و تعارف کی حاجت نہیں رہتی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:-

دُعِیْتُ لُیَلیٰ اَرسلت بشفاعۃ ٭ الیّ فہلّا نفس لیلیٰ شفیعہا

(مجھے خبر ملی ہے کہ لیلیٰ نے میرے پاس سفارش بھیجی ہے۔ مگر لیلیٰ کی ذات خود ہی اپنی سفارش کیوں نہ ہو)۔

تاہم بطریق تبرّع اس قدر کہنے میں مضایقہ نہیں کہ کتاب مذکور اہل سنت کے نقطۂ نظر سے خلافت راشدہ کے اثبات میں نہایت شافی وافی ہے جس کے بارے میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی فرماتے ہیں کتابٌ عدیم النظیر فی بابہ۔ اب رہی ترجمے کی نوعیت تو یہ واقعہ ہے کہ ترجمہ بہت سلیس۔ واضح اور با محاورہ ہے۔ شروع میں طویل فہرست اور دیباچہ مترجم کے بعد حضرت مصنف اور کتاب کا مختصر حال۔ اور ترجمے کے التزامات دئے گئے ہیں۔ پھر اصل کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ ہر صفحے میں دو کالم ہیں۔ ایک طرف فارسی متن اور دوسری طرف اردو ترجمہ درج ہے۔ مترجم نے موقع بموقع حواشی کا اضافہ کر دیا ہے جن میں حسب عادت نزاعی مباحث چھیڑے ہیں۔ غرض کتاب کو علمی و کلامی مسائل سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کے لئے نادر تحفہ ہے ناشر اس سے پہلے بھی علمائے اسلام کی کئی کمیاب تصانیف کو منظر عام پر لا چکے ہیں۔

پبلشر نذیر حسن پرنٹر ظہیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا۔